انسانیت کی تقسیم کے چند مختلف پہلو

از جناب مولانا مناظر احسن گیلانی استاذ کلیۂ جامعۂ عثمانیہ

(۴)

سلسلہ اشاعت رجب ۱۳۵۴ھ

ظاہریوں کی باطنیت و معنویت یا خارجی اوصاف اور بیرونی اضافات و امتیازات کی بنیادوں پر انسان کی تقسیم اگر غلط ثابت ہوی تو اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا؟ آخر جس کا سب کچھ اندر تھا، دہوکہ کھانے والوں نے کیوں دھوکہ کھایا جب انھوں نے اس کو باہر میں ڈھونڈا؟ پتھر سے پانی کون نچوڑ سکتا ہے؟ کیا تم مرچ سے شکر نکالوگے؟ نیم کی شاخوں سے کس نے انگور توڑے ہیں؟

دیوانو! جو اندر تھا، کیوں نہیں تقسیم کے وقت بھی تم نے اس کے اندر ہی جھانکا؟ اور جن کی نظر انسان کے چرم و استخواں پر نہیں اس کی خوابگاہ، سیرگاہ پر نہیں، اصطلاحی اور من مانے الفاظ اور بولیوں پر نہیں، نسبی اور اضافی رشتوں پر نہیں بلکہ ان کمالات و جذبات پر پڑی جنہوں نے انسان کو انسان بنایا ہے اور جن کا نام واقع میں انسانیت ہے، ہر زمانہ میں ہر ملک میں ان صادق دانش والوں نے انسان کو باطنی اوصاف ہی کی بنیاد پر مختلف صفوں میں کھڑا کیا بلکہ وہ بھی جو فریب کھانے یا فریب دینے کے وقت انسان کی سطح پر تیرتے اور دوسروں کو تراتے ہیں جب واقعات کے عالم میں آتے ہیں اور وہم و فرض کے دائروں سے نکل کر حقیقت کے میدان میں اترتے ہیں تو کیا نہیں دیکھتے کہ وہی جو رنگ و بیرنگی کے وسوسوں کی پچکاریوں سے انسانیت کی فضا رکو مکدر کر رہے تھے، اور کاغذی خطوط، اطلسی نقوش کو دکھا دکھا کر ابلہوں کے شعوری غنود سے نفع اٹھا کر اس مغالطہ کے

جال میں دنیا کو تڑپا رہے تھے، کہ جو لکیریں کاغذ کی سطح پر ہیں، دیکھو نہیں بلکہ سمجھو اور صرف سمجھو کہ واقعی زمین کا چہرہ بھی ان سے داغدار ہے، اُف! جن ظالموں نے انسان کے منہ کو بگڑا اور اس کی زبان کو اس لیے مروڑا کہ دل کے خیالات ظاہر کرتے ہوئے ہوا میں تم وہی تموجات کیوں نہیں پیدا کرتے جو ان کے لب و دنداں سے پیدا ہوتے ہیں اور جنہوں نے شیر کے بچوں کو بزغالوں پر نہیں بلکہ آدم ہی کی اولاد اور حوا ہی کے لڑکوں میں سے ایک کو دوسرے پر خون کا پیاسا بنا کر اس لیے چھوڑا کہ ان کا خون وہ نہیں ہے جو دوسرے میں ہے حالانکہ دونوں میں آدمی ہی کا خون تھا اور کوئی ان میں نہ بھیڑیے کی نسل سے تھا نہ چکاروں کی پشت سے نکلا تھا نہ کوئی ان میں گھوڑوں کا پوتا تھا اور نہ اونٹوں کا نواسہ، مگر بگاڑ کے ان بانیوں کو جب سنوارنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس وقت بھی تقسیم کے بیرونی وجوہ کا کیا اسی طرح انکار نہیں کرتے جس طرح میں ان کی واقعیت کو مسلسل جھٹلاتا چلا آ رہا ہوں؟

ذہنی رجحانات، باطنی احساسات، خیالی حیات کے سوا ان کے سامنے اور کیا رہتا ہے، جب یہ پارٹیاں بناتے ہیں اور جماعت بندیوں کی طرح ڈالتے ہیں؟ گرم و نرم قدامت پسند و رجعت پسند لبرل وغیرہ خدا جانے کیا کیا اصطلاحیں ہیں۔ بتایا جائے کہ انسان کی یہ صرف باطنی تقسیم ہی نہیں ہے؟ لیکن یہ تقسیم اصلاح کے لیے ہوتی ہے، اور وہ بانٹ افساد کے لیے تھی، یقیناً وہ بھی جب ملانا چاہتے ہیں تو اندر ہی دیکھتے ہیں پر جب لڑانا چاہتے ہیں تب باہر آ کر مغالطوں کی وہ گیس پھیلاتے ہیں جس نے کتنوں کو ختم کیا اور کتنے دنیا کے ہر خطہ میں اب تک بے ہوش پڑے ہیں۔ پھر جو الجھے ہوؤں کو سلجھانے کے لیے آئے اور ہر جگہ آئے (صلوات اللہ علیہم و سلامہ) کس قدر غلط بات ہوتی اگر وہ بھی انسانیت کی تقسیم کے وقت انسان کو باہر سے دیکھتے! بلاشبہ جو تقسیم تفریق کے لیے ہوگی اس میں ہمیشہ باہر کو دیکھا جائے گا جیسا کہ بار بار دہراتا آ رہا ہوں کہ

یہی وہ فصل ہے جو وصل سے بدل نہیں سکتا۔ یہی وہ ڈھکیل ہے جس سے میل پیدا نہیں ہو سکتا، اور یہی وہ راہ ہے جس کی کوئی منزل نہیں، ایسی راہ جس کی کوئی انتہا نہیں لیکن جن کی تقسیم تنظیم کے لیے ہے، جن کا انفصال اتصال کے لیے ہے، جن کا توڑ جوڑ کے لیے ہے تم نے کیوں آرزو کی کہ کاش ملانے والوں کا یہ پاک و برگزیدہ گروہ بھی وہی کرتا جو لڑانے والوں نے کیا؟

هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ

بیناؤں سے تم نے وہ امید باندھی جو اندھے کرتے ہیں، داناؤں سے تم وہ مانگتے ہو جو نادان دیتے ہیں۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

مذہبی اختلافات کی اہمیت | شاید جس طرح دو چہرے باہم اس طرح نہیں ملتے کہ ایک کی وجہ سے دوسرا نہ پہچانا جائے، اور باوجود دو ہی آنکھوں دو ہی کانوں، ایک ناک اور دو نتھنوں، دو ابروؤں اور ایک پیشانی کے جو ہر چہرے پر ہر شخص کے لیے ہے اور ایک ہی جگہ پر ہے، نہ کسی کی آنکھیں سر کی چندیا میں ٹھونکی گئیں، اور نہ کسی کی ناک کلوں میں جڑی گئی، نہ کسی کے لب پیشانی پر چڑھائے گئے، تاہم لاکھوں کی بھیڑ میں کس نے اپنے بچے کو اس لیے گم کیا کہ اس کا لخت جگر دوسرے کے لڑکے سے ممتاز نہیں ہوتا تھا؟ حتیٰ کہ بے رنگوں کے جس گروہ کو رنگدار قومیں کچھ ایک ہی شکل وصورت کی پاتی ہیں لندن کے میلوں پیرس کے جھمیلوں میں، نیت کی غلطی کو میں نہیں کہتا لیکن شناخت کی غلطی سے کیا کسی نے دوسرے کی بیوی کو کبھی اپنی بیوی ٹھیرایا؟ ریوٹر نے شاید کبھی ایسی خبر نہیں پھیلائی، اور نہ ہاواس نے اس واقعہ سے دنیا میں سنسنی پیدا کی، بلاشبہ۔

فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۔ جس صورت و شکل میں خدا نے دیکھے انسان اچاہا بنا دیا کا ایک مدہش نظارہ ہے۔ کثرت کے اس گھنے جنگل میں وحدت شیئیتہ وارادہ کا یہ ہوش ربا

تماشا ہے لیکن چہرے تو پھر بھی طول رکھتے ہیں، ان کا عرض بھی کافی ہے، اس سے بھی بڑھکر دنیا کو حیرانی کے لیے خیرگی کا سامان ان زبانوں میں ہے جن کی وسعت کی پیمائش بمشکل انچ دو انچ کی کی جاسکتی ہے، ہر منہ میں گوشت کا ایک انچی ٹکڑا ہے، سب میں وہی پٹھے ہیں وہی رگیں ہیں، وہی ریشے، وہی اعصاب، لیکن باوجود اس وحدت کے کیا زید کی آواز بکر کی پکار سے مخلوط ہوسکتی ہے؟ کون بول رہا ہے پہچانا جاتا ہے، خواہ وہ سامنے ہو یا کسی دیوار کی اوٹ سے بول رہا ہو، ارادہ کی قوت اور کیسی زبردست قوت ہے جس نے ایک کو ہر ایک سے باہم جدا کردیا ہے
وَمِنْ آيَاتِهِ اخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۔ (اللہ کے پتوں میں سے ایک پتہ زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے)

تم نے ملکوں اور قوموں ہی کی زبانوں کو صرف جدا سمجھا، لیکن جو اس سے بھی زیادہ گہرائیوں میں جاتے ہیں ان کو تو ہر ایک کی زبان، ہر زبان کی ہر آواز دوسروں کی زبان سے بالکل جدا نظر آتی ہے اور یہی حال چہروں کے رنگوں کا ہے دو ماں جائے بھائیوں کے رنگ و روغن بھی ہر حیثیت سے ایک دوسرے کے مانند نہیں ہوتے۔

کثرت میں وحدت کی یہی وہ نمائش ہے جس نے انسان کو نشان ابہام (انگوٹھے کے نشان) کا علم عطا کیا، اور جس پر قانون کے ایک بڑے حصہ کی بنیاد قائم ہے۔

بہر حال جس طرح ایک شخص کی صورت دوسرے کی صورت سے نہیں ملتی ایک کی آواز دوسرے کی آواز سے جدا ہوتی ہے، ہر شخص کے انگوٹھے کی لکیریں دوسروں کے انگوٹھوں کے نشانات سے ممتاز ہوتی ہیں، لاکھوں کروروں میں ممتاز ہوتی ہیں، اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ باوجود انسان ہونے کے ہر انسان کی فطرت، ہر ایک کی سمجھ، ہر ایک کی طبیعت، ہر ایک کا دماغ، ہر ایک کا فہم اپنے شخصی وجود میں کوئی ایسی خصوصیت و شاکلہ ضرور رکھتا ہے جو اس کو ان لوگوں سے جدا کر دیتا ہے جن کے متعلق عام طور پر دعوی کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں ہم فطرۃ

ہم خیال، ہم فہم، ہم دماغ ہیں۔ ہوتا ہے، اتحاد ہوتا ہے ہزارہا نقاط تک دو آدمیوں میں اتحاد ہوتا ہے، ہوتا چلا جاتا ہے لیکن اکثر امور میں اشتراک کے یہ معنی قطعاً غلط ہیں کہ سب باتوں میں اشتراک ہے، تجربہ کر و اپنے اپنے دوستوں کو جانچو! جن سے تمہارے دل ملے ہوئے ہیں ان میں ٹٹولو! ساتھ دیں گے، بہت دور تک تمہارا ساتھ دیں گے، دیتے چلے جائیں گے لیکن ناممکن ہے کہ بالآخر وہ اختصاصی نقطہ نہ نکل آئے جو تم کو اس سے اور اس کو تم سے جدا نہ کر دے، اور یہیں کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ کی تفسیر مکمل ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ یہی ایک مقام ہے جہاں ادراک و تعقل کی ساری تعلیلی لن ترانیاں "ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ" کی نہ ہلنے والی چٹانوں کے نیچے دب کر رہ جاتی ہیں۔

بلاشبہہ متین قوت والے قادر و مقتدر نے کثرتی وحدت اور وحدتی کثرت کی انہی حیرت انگیز نزاکتوں میں اپنی طاقتوں کی نمائش کی ہے، قابو! اور کیسا آہنی قابو ہے جس کا مشاہدہ ہو رہا ہے، میں تو صرف دو آدمیوں کے متعلق کلی اشتراک اور تام وحدت کا انکار کر رہا ہوں لیکن جن کی نگاہیں زیادہ تیز اور زیادہ خوردبین ہیں انہوں نے گلاب کی دو پنکھڑیوں کو بھی باہم ہر اعتبار سے یکساں نہیں پایا۔ وحدت میں کثرت کی یہ کارفرمائیاں، انسان، حیوان، نباتات، جماد، محسوس نامحسوس غیب و شہادت سب کے لیے عام ہیں کہ مقصود جب کمالات کا ظہور رہے تو دو چیزوں سے ایک ہی کمال کی نمائش کس طرح ہو سکتی ہے۔ روحانی دانش والے اسی کی تعبیر میں کہتے ہیں کہ "تجلیات میں تکرار ناممکن ہے ورنہ خالق پر عبث کاری کا الزام عائد ہوگا" اور وہ جو ع

یارب مجھے زمانہ مٹاتا ہے کس لیے
لوح جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں

تم "رندانِ مست" کی زبان سے سنتے ہو، کیا وہ بھی وہی نہیں کہہ رہا ہے جسے تم نے عالی مقام صوفیوں سے سُنا؟ کثرت و وحدت کی ان پیچ در پیچ گتھیوں میں الجھے ہوئے عالم میں اس کی آس باندھنی کیسی بوالفضولی ہوگی کہ سب کا خیال ایک ہو، سب کی سمجھ ایک ہو، جو ایک سوچتا ہے وہی سب سوچیں، جو ایک پاتا ہے وہی سب پائیں، اور جب ایسا نہیں ہوتا اور نہ کبھی ہوا نہ آیندہ ہوسکتا ہے بلکہ ایسا ہونا ناممکن ہے تو پھر ان ابلہوں کو کون سمجھائے جو اپنی تقریروں سے، تحریروں سے، شور سے، شغب سے، غل سے، غپاڑے سے، ٹھٹھوں سے، قہقہوں سے دیوانوں کو یہ باور کراتے پھرتے ہیں کہ ان سارے اختلافات کا ذمہ دار مذہب اور وہ بانیان مذہب ہیں جنہوں نے بجائے باہر کے انسان کو اندر سے، بجائے خارجی صفات، اضطراری اوصاف کو ہمی اضافات نسبی تعلقات کے آدمی کو باطنی خیالات، اندرونی جذبات ذہنی احساسات کی بنیادوں پر جانچا اور ان ہی اساسوں پر ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کیا؟

کیسے لوگ ہیں! جن اختلافات کا ذمہ دار خود انسان تھا انہوں نے ان کی ذمہ داری انسان پر نہیں بلکہ انسان کے مذہب اور دین کے سر تھوپ دی۔ لڑتا انسان ہے لیکن احمق چلاتے ہیں کہ انسان کا مذہب لڑ گیا۔ اختلاف آدمیوں میں ہے لیکن بے وقوف چیختے ہیں کہ یہ اختلاف آدمیوں کے مذہب میں ہے، حالانکہ میں کہہ چکا کہ "موجودہ نظامِ ہستی" کا ہر ذرہ اپنے اندر ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو اس کو بالآخر کہیں نہ کہیں کائنات کی تمام چیزوں سے جدا کر کے ایک ایسی مخصوص و متعین چیز قرار دیتی ہے جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ایسا کوئی نہیں فطرت کا یہ اٹل قانون ہے دنیا کی ساخت اسی قالب پر ڈھلی ہے جس کی نمائش پتے پتے، بوٹے بوٹے میں ان لوگوں کے لیے بے نقاب ہو کر ہو رہی ہے۔ جو دیکھ سکتے ہیں، اور جنھیں تحقیق کی بینائی بخشی گئی ہے۔

فطرت کے اسی ناقابل مقابلہ قانون کا ظہور جب آفاقی کائنات کی پیشانیوں سے ہوتا ہے تو وہی جو انسانی اختلافات کو دیکھ دیکھ کر کڑھ رہے تھے، وہ

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

کے ساتھ اپنے بربطوں پر ناچتے ہیں، تھرکتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں، مگر جہان کے ایک جزء انسان کے اندر سے جب اسی اختلاف کے آثار جھلکنے لگتے ہیں تو اس وقت ان کا ہذیان قابل دید ہوتا ہے۔ جب انسانی اختلافات کا غلط الزام مذہب کے سر منڈھ کر یہ دین اور دین کے علمبرداروں (علیہم السلام) کے متعلق اول فول کا سلسلہ شروع کرتے ہیں، سب وشتم گالیاں، دشنام طرازیاں، لعنت پھٹکار، کوئی ایسی چیز رہ جاتی ہے جسے ان کا قلم نہ اگلتا ہو اور ان کے ساتھ ان کی زبان نہ بڑبڑاتی ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کی عمیق ترین گہرائیوں سے ایک بڑی کوڑی لائے، جب مذہبی اختلافات کا افسانہ سنا سنا کر مذہب سے باغی بنانے کے لیے آدمی کی توجہ باطن سے ہٹا کر ظاہر کی طرف یہ پھیرتے ہیں، ان میں کوئی رنگ کا شگوفہ چھوڑتا ہے، کوئی زبان کا جھنڈا کھڑا کرتا ہے، کوئی ان فرضی لکیروں اور وہمی دائروں کا بھجن گاتا ہے جنھیں سب دیکھنا چاہتے ہیں لیکن کسی نے نہیں دیکھا۔ کوئی نسب کے شجروں کو بانسوں میں باندھ کر ہوا میں اڑاتا ہے، اور وہ مسکین بیچارا انسان جس کی ساری پونجی اندھی بوکھلاہٹ میں سب کچھ کھو بیٹھتا ہے لیکن جس کے لیے کھوتا ہے اسے بھی نہیں پاتا کہ وہ اختلاف سے بھاگا تھا، اسے انسان کے شخصی و فطری اختلافات کو غلطی سے مذہب کا اختلاف باور کرایا گیا تھا لیکن باطن کو چھوڑ کر جب وہ ظاہر کے عمق سے سطح پر آیا تو یہاں بھی وہی سب کچھ تھا جس کی مذمت باطن میں کی گئی تھی۔ رنگ کا اسکول ہو، یا زبان کا، نسل و خون کا اسکول ہو یا ملک اور وطن کا، کہاں اختلافات کی وہ قسمیں نہیں ہیں جن کا خواہ مخواہ الزام مذہب اور مذہب والوں کے عماموں میں باندھا گیا ہے